اسلام میں معاشرتی بہبود

محمد یوسف گورایہ

اسلام میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا حسین امتزاج ہے۔

اسلام میں نماز سب سے بڑی عبادت ہے لیکن قرآن حکیم نے ایسے نمازیوں کو ہلاکت کی وعید سنائی ہے جو نماز کو محض قیام، رکوع اور قعود تک محدود رکھتے ہیں اور اذہان و قلوب میں للہیت و خشیت پیدا کرکے دکھی انسانیت کو اس کے مصائب و آلام سے نجات نہیں دلاتے۔

فویل للمصلین ۔ الذین ہم عن صلاتہم ساہون۔ الذین ہم یراؤن۔ و یمنعون الماعون (۱۰۷ - ۴ تا ۷)

ایسے نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے، جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں اور اشیائے ضرورت کو روکتے ہیں۔

معاشرتی بہبود کا بنیادی مقصد معاشرے کے محتاجوں، بیکسوں، معذوروں، بیماروں، بیواؤں، اور بے سہارا لوگوں کی دیکھ بھال اور ان کی فلاح و بہبود ہے۔ یہ مقصد بہتر طور پر اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے کہ ایسے لوگوں کی ضرورت اور معذوری دور کرکے معاشرے میں تمول و احتیاج اور دولت و ضرورت کے درمیان توازن پیدا کیا جائے۔ جو لوگ ملک سے غربت و افلاس اور ضرورت و احتیاج دور کرنے کے لئے اپنا مال و دولت خرچ کرتے ہیں، اللہ تعالی ان کے خرچ کو اپنے ذمے قرض حسن قرار دیتے ہیں۔ ساتھ ہی اس بات کی ضمانت بھی دیتے ہیں کہ اس کی ادائیگی کے وقت اسے دوگنا کر دیا جائے گا۔ مزید یہ کہ قرض دینے والوں کو اجر کریم عطا ہو گا:

ان المصدقین والمصدقات و اقرضوا الله قرضا حسنا یضاعف لهم و لهم اجر کریم (۵۷ : ۱۸) جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں۔ مرد بھی اور عورتیں بھی اور اللہ کو قرض حسن دیتے ہیں، ان کو دوگنا ادا کیا جائے گا اور ان کے لئے اجر کریم ہے۔

مخلص اور نیک دل انسان اپنا مال و دولت بے غرض اور بے لوث خرچ کرتے ہیں۔ اس میں وہ اتنے نیک نیت ہوتے ہیں کہ وہ اس خرچ کے عوض محتاجوں اور بیکسوں سے کسی قسم کے بدلہ اور جزاء کے خواستگار نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں :

انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاء و لا شکورا (۷٦ : ۹)

ہم جو تمہیں کھلاتے ہیں تو خالص اللہ کے لئے ایسا کرتے ہیں، ہم تم سے نہ بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکر گزاری۔

مگر جو مال دار اور دولتمند اپنے مال و دولت کو معاشرتی بہبود پر خرچ نہیں کرتے اور اپنا مال عیش و عشرت پر لٹاتے ہیں اور بینکوں اور خزانوں میں جمع کرکے ملکی دولت کو منجمد کرتے ہیں وہ اللہ کے غیظ و غضب کو دعوت دیتے ہیں اور دولت کے کنز و جمع کے عوض جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ خریدتے ہیں۔

والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم۔ یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکوی بها جباههم و جنوبهم و ظهورهم۔ هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون (۹ : ۳۴، ۳۵) جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں اس دن کے دردناک عذاب کی خوشی خبری سنادو۔ جس دن وہ (مال) دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان

کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔

اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت کی فلاح و بہبود بالخصوص دکھی، مصیبت زدہ، مفلوک‌الحال اور مفلس و محتاج لوگوں کو باعزت زندگی گزارنے کے قابل بنانا آپ‌ص کی بعثت کے اعلی مقاصد میں شامل تھا۔ بخاری اور مسلم کی متفقہ روایت کے مطابق آنحضرت صلی‌اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

الساعی علی الارملة والمسکین کالقائم لا یفتر و کالصائم لا یفطر۔

بیواؤں اور مسکینوں کی مصیبتوں کو دور کرنے میں کوشاں شخص اجر و ثواب میں اس شخص کے برابر ہے جو ہمیشہ نماز میں مصروف رہتا ہے اور اس میں کوئی وقفہ نہیں کرتا اور ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اور کبھی افطار نہیں کرتا ۔

بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی‌اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا و کافل‌الیتیم لہ و لغیرہ فی الجنة ھکذا و اشار بالسبابة و الوسطی و فرج بینھما شیئا۔ میں اور یتیم و بیکس کی کفالت کرنے والا جنت میں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ہوں گے، جس طرح انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔

ابو داؤد اور ترمذی کی روایت کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

الراحمون یرحمھم الرحمن، ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔

جو لوگ دوسروں پر رحم کرتے ہیں، رحمن ان پر رحم کرتا ہے، اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

بیکسوں، مفلسوں اور محتاجوں پر رحم نہ کرنے والے رحمة للعالمین کی شفاعت سے محروم ہوں گے۔ رحمت دوعالمص نے ایسے انسانوں کو اپنی امت سے خارج فرما دیا ہے جو بچوں پر رحم نہیں کرتے بزرگوں کی عزت نہیں کرتے۔ آپص نے فرمایا:

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا۔

وہ لوگ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل از نبوت مکہ کے ظالمانہ ماحول میں بھی سخت نامساعد حالات کے باوجود چالیس برس تک مسلسل غرباء و فقراء اور ''محروم و معدوم،، کی خدمت میں مصروف رہے اور اپنی بساط کے مطابق ان کی امداد و اعانت فرماتے رہے۔ اس سلسلے میں آپص کے لائحہ عمل اور سیرت و کردار کی جو مستند ترین روایت ہم تک پہنچی ہے اگر مسلمان اسے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اپنا لیں تو نہ صرف اسلامی دنیا جنت نظیر بن سکتی ہے بلکہ پوری دنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح معنوں میں رحمت دو عالم ماننے پر مجبور ہو سکتی ہے۔

آپص کی چالیس سالہ قبل از نبوت معاشرتی بہبود کی حکمت عملی کا تذکرہ حضرت خدیجة الکبریٰ رض کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس روایت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپص غار حراء میں تشریف فرما تھے۔ جبرئیل امین آپص کے پاس

آئے اور آپ کو وحی و نبوت سے سر فراز فرمایا ـ اس واقعہ سے متاثر آپ‌ص گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ سے اپنی حیرت و پریشانی کا ذکر فرمایا ـ حضرت خدیجہ بڑی عقلمند، اور بالغ نظر خاتون تھیں ـ تجارت و دیگر دنیوی امور میں تجربہ و مہارت کے سبب آپ کو معاشرت و معیشت ، تہذیب و تمدن اور مذھب و سیاست کے مطالعے کا کافی موقع ملا تھا ـ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حیرت و پریشانی کا ذکر سن کر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سابقہ زندگی کے حالات پر جو تبصرہ کیا وہ تاریخ عالم میں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ھے ـ یہی تبصرہ حضورص کی معاشرتی بہبود کی حکمت عملی کا تذکرہ ھے ـ بخاری شریف کی کتاب الوحی میں اسے ان الفاظ میں نقل کیا گیا ھے :

فقال لخديجة و اخبرها الخبر لقد خشيت على نفسي ـ فقالت خديجة كلا والله ما يخزيك الله ابدا انك لتصل الرحم و تحمل الكل و تكسب المعدوم و تقرى الضيف و تعين على نوائب الحق ـ

آپ‌ص نے خدیجہ کو واقعے کی خبر سنائی اور کہا مجھے کچھ گھبراھٹ سی ھو رھی ھے ـ خدیجہ نے کہا، ھرگز نہیں، خدا کی قسم اللہ آپ‌ص کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، کیونکہ آپ :

(۱) تعلقات جوڑتے ھیں ـ
(۲) ناتواں کا بوجھ اٹھاتے ھیں ـ
(۳) جو چیز دوسروں کے پاس نہیں آپ انہیں کما کر دیتے ھیں ـ
(۴) مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ھیں ـ
(۵) حادثات کے شکار لوگوں کے حقوق دلانے میں مدد کرتے ھیں ـ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی حکمت و دانائی سے یہ نتیجہ

اخذ کیا کہ اعزہ و اقارب سے نیک سلوک کرنا، انسانی تعلقات استوار کرنا بیکس و ناتواں کے مسائل و مصائب خود اپنے سر لینا ''محروم و معدوم،، کو خود کما کر دینا، مہمان نوازی کرنا، حادثات و مقدمات میں حقدار کو حق دلانے میں مدد دینا، عالمگیر اصول ہیں، انسانیت کی فلاح اور معاشرت و تمدن کی بہبود کا انحصار انہی پر ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت ۱۷۷ اسلامی عقائد، عبادات اور معاشرتی فلاح و بہبود کا عالمگیر چارٹر ہے:

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملائکۃ و الکتاب والنبیین و آتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمساکین و ابن السبیل والسائلین و فی الرقاب واقام الصلوۃ وآتی الزکوۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی البأسآء والضراء و حین البأس اولئك الذین صدقوا و اولئك ھم المتقون (۲ : ۱۷۷)

نیکی یہ نہیں کہ تم مشرق و مغرب کی طرف اپنا منہ کرلو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور اس کی محبت پر اپنا مال عزیزوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں کو دیں اور گردنیں چھڑانے پر خرچ کریں اور نماز پڑھیں، زکوۃ دیں، جب عہد کریں تو اسے پورا کریں، سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو ایمان میں سچے ہیں اور یہی ہیں جو خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

انسانی فوز و فلاح کے اس چارٹر کے مطابق اصل نیکی اور بھلائی یہ ہے کہ انسان ایمانیات کے نتیجے میں اپنے مال و دولت کے ساتھ محبت اور رغبت کے باوجود اسے معاشرتی بہبود کے کاموں پر خرچ کرے۔

اسلام کے نظام معاشرتی بہبود اور اسلام کی روحانی اور اخلاقی اقدار میں گہرا تعلق ہے۔ اسلام کی یہ اقدار انسان کو ایثار، قربانی اور بے لوث خدمت خلق پر آمادہ کرتی ہیں اور وہ اپنے ضرورت مند بھائیوں کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے پر روحانی خوشی محسوس کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں انصار مدینہ کا ایثار تاریخ عالم میں ضرب‌المثل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اللہ تعالی نے ان کی بے لوث خدمات کو دوام بخشنے کے لئے ان کا ذکر اپنی ابدی کتاب قرآن حکیم میں فرمایا ہے:

و یؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة (۵۹ : ۹)

انصار مدینہ مہاجرین مکہ کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں۔ خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔

اسلام آخری اور مکمل دین ہے۔ اس لئے اس نے ہر قسم کے انسانوں کی فطرت کے مطابق ہدایت فرمائی ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے لئے روحانی اور اخلاقی اقدار کے ساتھ قانونی اور انتظامی ضابطوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ضرورت کے پیش نظر اسلام میں اخلاقی و قانونی ضابطوں کے درمیان حسین امتزاج پیدا کیا گیا ہے۔ معاشرتی بہبود کے بنیادی اصول سورہ بقرہ کی آیت ۱۷۷ میں بیان ہوئے۔ انہی اصولوں کو عہد رسالت کے آخر میں قانونی حیثیت دے کر حکومت اسلامیہ کی باضابطہ حکمت عملی قرار دیا گیا:

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم و فی الرقاب والغارمین و فی سبیل اللہ و ابن السبیل فریضة من اللہ واللہ علیم حکیم (۹ : ۶۰)

صدقات (زکوۃ) تو فقراء، مساکین، کارکنان صدقات کا حق ہے اور ان

لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی مدد میں (یہ مال خرچ کرنا چاہئے) یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے، اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اس آیت میں ہر قسم کے بے کس، مجبور، محتاج، غریب اور بے سہارا لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے جو اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں وہ اپنی جامعیت اور استیعاب میں تاریخی عوامل کے تحت ہر زمانے میں رونما ہونے والے فقر و احتیاج اور بیکسی و بیچارگی پر حاوی ہیں:

الفقراء: وہ لوگ جو معاشی و اقتصادی طور پر بالکل تباہ حال ہوں اور ان کے پاس کچھ نہ ہو۔

المساکین: وہ لوگ جن کے پاس کچھ نہ کچھ ہو مگر انھیں بقدر حاجت میسر نہ ہو۔

فی الرقاب: وہ لوگ جن کی گردنیں غلامی، قرض یا دشمن کی قید کے پھندے میں پھنسی ہوئی ہوں۔

الغارمین: وہ لوگ جو دیوالیہ ہوجائیں یا قرض اور تاوان جیسے حادثات کا شکار ہوں یا ضمانت وغیرہ کے بار میں دب گئے ہوں۔

فی سبیل اللہ: وہ لوگ جو جہاد کے لئے سامان حرب کی قدرت نہ رکھتے ہوں، غربت کے سبب تعلیم حاصل نہ کر سکتے ہوں اور افلاس کی وجہ سے علاج نہ کروا سکتے ہوں۔

ابن سبیل: وہ لوگ جو اپنے ضروری سفر پر قادر نہ ہوں یا دوران سفر اس قابل نہ رہے ہوں۔

فقر و مسکنت، رقبت و غرامت، غربت و مسافرت جیسی مجبوریوں اور معذوریوں

کے انسداد کے لئے عہد رسالت میں جو حکمت عملی وضع کی گئی، ابن سید الناس نے اس کی تفصیل اپنی کتاب عیون الاثر میں بیان کی ہے ۔ اس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قبیلے میں اپنا ایک عامل مقرر فرمایا، جو اس قبیلے کے محتاجوں اور معذوروں کی فہرست تیار کرتا اور وہاں کے خوشحال و متمول لوگوں سے جمع ہونے والی زکوۃ اور خیرات کو ان کے محتاجوں و معذوروں پر لوٹا دیتا ۔ ''تؤخذ من اغنیائہم فترد علی فقرائہم،، اس طرح وہ انھیں فقر و فاقہ پر قابو پانے میں مدد دیتا ۔ اس حکمت عملی سے محتاج و معذور بتدریج آسودہ حال اور خود کفیل ہونے لگتے اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ مستقل ذریعہ معاش حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ۔

اسلامی حکمت عملی کی کامیابی کی صرف یہ چند مثالیں ہی نہ تھیں بلکہ درحقیقت عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ میں فتح ہونے والے تمام ممالک، عراق، شام، لبنان، فلسطین، مصر وغیرہ سے فقر و مسکنت کا کامیاب حد تک انسداد کر دیا گیا تھا ۔ اسلامی اقتصادیات و معاشیات اور محاصل و صدقات پر جامع تصنیف امام ابو عبید بن سلام کی کتاب الاموال ہے، جس کی دو مبسوط جلدوں میں اسلامی معاشرتی بہبود کی حکمت عملی کے محیر العقول کارنامے محفوظ ہیں ۔

یمن کے بارے میں امام ابو عبید لکھتے ہیں کہ یہ ملک عہد رسالت میں نو ہجری میں فتح ہوا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو وہاں کا عامل مقرر فرمایا ۔ حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی انھیں اس عہدے پر برقرار رکھا ۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کے پہلے سال کے اختتام پر اپنے علاقے سے جمع شدہ کل زکوۃ کا ایک تہائی حصہ مرکزی حکومت کو مدینہ بھیج دیا ۔ حضرت عمرؓ حقوق و فرائض کے سلسلے میں بے حد محتاط حکمران تھے ۔ آپؓ نے حضرت معاذ سے کہا : میں نے تمھیں مال

جمع کرنے یا جزیہ وصول کرنے کے لئے وہاں نہیں بھیجا بلکہ تمہیں اس بات پر مامور کیا ہے کہ وہاں کے متمول لوگوں سے زکوۃ وصول کرکے وہاں کے فقراء پر لوٹا دو۔ حضرت معاذ نے عرض کی، میں نے جو کچھ آپ کے پاس بھیجا ہے وہ مقامی ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرنے کے بعد بھیجا ہے۔ حضرت معاذ نے دوسرے سال یمن کی کل زکوۃ کا نصف حصہ بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے پھر وضاحت طلب کی، انھوں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسرے سال حضرت معاذ نے زکوۃ میں وصول ہونے والی تمام آمدنی مرکز کو بھجوادی اور ساتھ ہی کہلوا بھیجا کہ ''اب یہاں مجھے ایک بھی ایسا شخص نہیں ملتا جو اس زکوۃ کے مال کا محتاج ہو۔

حکومت اسلامیہ کی حکمت عملی کی کامیابی منجملہ دیگر وجوہ کے اس بنیادی نقطہ پر مبنی تھی کہ فقر و مسکنت میں مبتلا لوگوں کو ان کی مشکلات و مصائب پر قابو پانے میں مدد دی جاتی تھی۔ اور انھیں جلد از جلد خود کفالت کی ہدایت کی جاتی تھی۔ اس ضمن میں عاملین کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہوتا تھا۔

ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی، منذری نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ:

انصار میں سے ایک شخص سائل کی حیثیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تیرے گھر میں کوئی چیز ہے؟

اس نے عرض کیا: ہاں ایک بچھونا ہے، جس کا کچھ حصہ ہم اوڑھ لیتے ہیں اور کچھ بچھا لیتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ شخص دونوں چیزیں

اپنے هاتھ میں لے کر آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزیں اپنے هاتھ میں پکڑلیں اور

فرمایا: یہ دونوں چیزیں کون خریدے گا؟

ایک شخص نے کہا: میں یہ دونوں چیزیں ایک درهم کے عوض خریدتا هوں۔

آنحضرت نے فرمایا: کوئی ایک درهم سے زیادہ بولی دیتا ھے؟ آپ نے دو یا تین بار یہ بات دهرائی۔

ایک شخص نے کہا: میں یہ دونوں چیزیں دو درهم کے عوض لیتا هوں۔ آپ نے اسے دونوں چیزیں دو درهم کے عوض دے دیں۔ آپ نے دونوں درهم انصاری کے حوالے کئے اور فرمایا:

ان میں سے ایک کا غلہ خرید کر گھر والوں کو دو اور دوسرے کا ایک کلھاڑا خرید کر میرے پاس لے آؤ۔ اس نے ایسا هی کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کلھاڑا لے کر اس میں اپنے دست مبارک سے دستہ جما دیا اور فرمایا،

جاؤ لکڑی کاٹو اور بیچو اور میں تمہیں پندرہ دن تک نہ دیکھوں۔ وہ شخص چلا گیا۔ لکڑی کاٹتا اور بیچتا رہا اور جب آیا تو دس درهم کما چکا تھا۔ آپ نے فرمایا ان میں سے چند درهموں کا غلہ اور چند کے کپڑے خرید لو، پھر آپص نے سمجھایا کہ ایسے (خود کما کر کھانا) تیرے لئے بہتر ھے، بہ نسبت اس کے کہ تو قیامت کے روز اس حال میں آئے کہ سوال تیرے چہرے پر داغ کی طرح نمایاں هو۔ سوال صرف تین قسم کے لوگوں کے لئے درست ھے، انتہائی پامال یا سخت مقروض یا دیت و خون بہا کا مارا هوا۔ یہ واقعہ عہد رسالت میں معاشرتی بہبود کا اعلی نمونہ پیش کرتا ھے۔ اس سے ظاهر هوتا ھے کہ حکومت اسلامیہ مفلس و محتاج کی اس طرح مدد کرتی تھی کہ

وہ فقر و افلاس پر خود قابو پانے کے قابل ہو جائیں ۔

دور حاضر کا یہ عجیب تضاد ہے کہ ایک طرف سائینسی اور تیکنیکی علوم میں حیرت انگیز ترقی کے سبب صنعت، زراعت اور تجارت کو بے حد فروغ حاصل ہوا ہے اور دوسری طرف بیکاری بے روزگاری، فقر و فاقہ، بے چینی، بد امنی اور اضطراب میں بھی اسی نسبت سے اضافہ ہوا ہے ۔ اس صورت حال نے بے شمار معاشرتی، اقتصادی، تہذیبی، ثقافتی اور تمدنی مسائل کو جنم دیا ہے اور نت نئے مسائل ایک لا متناہی سلسلہ کی طرح جنم لیتے چلے جا رہے ہیں ۔ منجملہ دیگر اسباب کے اس کی بنیادی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یورپ میں صنعتی انقلاب کے بعد شہر بڑی بڑی صنعتوں کے مرکز بنتے چلے گئے اور دیہاتی آبادی ذرائع روزگار کی تلاش میں دیہاتوں سے شہروں میں منتقل ہوتی چلی گئی ۔ آبادی کی یہ نقل مکانی اس وسیع پیمانے پر ہوئی کہ شہر ہر قسم کے مسائل کی آماجگاہ بن گئے ۔ رہائش، خوراک، لباس، ٹرانسپورٹ، تعلیم، علاج کے لاتعداد مسائل اٹھ کھڑے ہوئے ۔ ان مسائل کا حل یہ سوچا گیا کہ شہروں کے ساتھ نواحی بستیاں آباد کی جائیں ۔ بسوں اور ٹرینوں کی تعداد بڑھائی جائے ۔ غلے کے گودام وسیع کئے جائیں ۔ درسگاہوں اور ہسپتالوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے ۔ مگر فی الواقع ہوا یہ کہ شہروں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر جو ترقیاتی منصوبے تیار کئے گئے ان کی تکمیل تک نئی نقل مکانی نے شہروں کی آبادی میں کئی گنا مزید اضافہ کر دیا ۔ اس طرح مسئلے کا حل بذات خود مسئلہ کی شکل اختیار کر گیا ۔

مغرب کے بعد مشرق نے بھی جب صنعتی میدان میں قدم رکھا تو یہاں بھی شہر ہی صنعتی مرکز بنائے گئے اور مغرب کی تقلید میں اسی طرح دیہاتی آبادی کو روزگار کی تلاش میں نقل مکانی پر مجبور کیا گیا ۔ اس طرح مغرب کے وہ تمام مضرت رساں نتائج مشرق میں منتقل ہو گئے اور ان مسائل کے حل

کے لئے وهی مغربی طریقه اپنایا گیا۔

پاکستان بهی ایسی هی صورت حال سے دو چار هے۔ شهروں میں کهیل کود کے میدان، سیر گاهیں، باغات، کارپوریشنوں اور میونسپل کمیٹیوں کے قطعات، ٹرانسپورٹ اور ریلوے کی توسیع کے لئے اراضیات، دَرسگاهوں اور هسپتالوں کے ترقیاتی منصوبوں کے لئے قطعات کو یه نقل مکانی هڑپ کر چکی هے۔ ''کچی آبادیوں،، کا ایک نه ختم هونے والا سلسله شروع هو چکا هے۔ اور ایسا معلوم هوتا هے که پکی آبادیاں، کچی آبادیوں کی نذر هو جائیں گی۔ اس پس منظر میں معاشرتی بهبود کے کاموں کا جائزه لیا جائے تو ظاهر هوگا که اس شعبه میں بهی خاطر خواه نتائج برآمد نه هونے کے اسباب میں سر فهرست یهی مسئله هے جس کی وجه سے سرکاری و نیم سرکاری رفاهی اداروں کی ساری توجه شهری مسائل کےحل پر مرتکز هوکر ره گئی هے اور یه مسئله جتنا حل هوتا هے اس سے زیاده الجهتا جاتا هے۔ اس صورت حال سے بهتر طور پر نپٹنے کے لئے ضروری هے که عهد رسالت اور عهد خلافت راشده کے معاشرتی و معاشی اصولوں کو اپنایا جائے۔

جیسا که اوپر تفصیل کے ساتھ بیان هوا، وه اصول یه تهے که انسانوں کو ذرائع روزگار کی تلاش میں وسیع پیمانے پر نقل مکانی پر مجبور کرنے کی بجائے ان کی معاش کے مسائل ان کی اپنی آبادیوں میں حل کئے جائیں۔ اسوهٔ رسولؐ پر عمل کرتے هوئے هر آبادی کے خوشحال لوگوں سے اس آبادی کے پامال لوگوں کے لئے مال جمع کیا جائے۔ سرکاری و نیم سرکاری رفاهی و معاشرتی بهبود کے ادارے اس مال کے ذریعے غریبوں اور مفلسوں کو گهریلو دستکاریاں اور چهوٹی صنعتیں قائم کرنے میں مدد دیں۔ اسی طرح صرف شهروں کو صنعتی مراکز بنانے پر زور دینے کی بجائے مختلف مصنوعات کی صنعتیں ایسے علاقوں میں قائم کی جائیں جن میں ان صنعتوں کے لئے خام مال پیدا هوتا هے۔

تا کہ کارخانوں میں کام کرنے والے کارکن دور دراز کی نقل مکانی کرنے سے بچ جائیں ۔ اس وقت جو اربوں روپیہ خود ساختہ لاینحل شہری مسائل کے حل پر خرچ کیا جا رہا ہے اسے دیہاتی علاقوں میں مجوزہ صنعتوں کو باہم ملانے کے لئے ذرائع مواصلات اور نقل و حمل کے ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کیا جائے ۔ معیشت کے اس نظام کے قیام سے معاشرتی بہبود کے کاموں میں بھی کافی سہولت پیدا ہوگی ۔

ہمارے معاشرتی و معاشی مسائل کا واحد حل اسلام ہے اور اسلام بھی کامل و مکمل ، یایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطن، انه لکم عدو مبین (۲ : ۲۰۸)

مؤمنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ۔

جب تک اسلام کو دینی اور دنیوی امور میں یکساں اور مربوط طور پر نہ اپنایا جائے اس وقت تک اس کے صحیح ثمرات سے متمتع نہیں ہوا جا سکتا ۔ خود یہ آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل نہ ہونے کا مطلب شیطان کی پیروی ہے ۔

دین کو دینی اور دنیوی امور کے مختلف خانوں میں تقسیم کرکے بعض پر عمل کرنے اور بعض کو معطل کرنے کے معنی رحمان اور شیطان پر بیک وقت ایمان لانے کے ہیں اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں انہیں دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ۔

افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذلك منکم الا خزی فی الحیوة الدنیا و یوم القیمة یردون الی اشد العذاب، وما الله بغافل عما تعملون (۲ :۸۵) (یہ) کیا (بات ہے کہ) تم کتاب (خدا) کے بعض

احکام تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو، تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب ہو۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے غافل نہیں۔

اگر اسلام کو مکمل طور پر اپنا لیا جائے تو اسلامی نظام معاشرتی بہبود آج بھی کامیاب اور تعمیری نتائج پیدا کر سکتا ہے اور ہم کامیابی کے ساتھ اپنے معاشرتی اور معاشی مسائل پر قابو پا سکتے ہیں۔